فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ

عورتوں کو انکی عدت کیلئے طلاق دیا کرو، اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو (طلاق)

احکامِ عدّت

www.KitaboSunnat.com

مؤلف

شیخ الحدیث مولانا

محمد علی جانباز

ناشر

ادارہ جامعہ رحمانیہ

ناصر روڈ۔ سیالکوٹ (سابقہ جامعہ ابراہیمیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

عورتوں کو انکی عدت کے لیے طلاق دیا کرو، اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو (طلاق)

احکام عدت

مؤلف

شیخ الحدیث مولانا

محمد علی جانباز

www.KitaboSunnat.com

ناشر

ادارۂ جامعہ رحمانیہ

ناصر روڈ سیالکوٹ (سابقہ جامعہ ابراہیمیہ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	احکامِ عدت
مؤلف	:	شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز
طبع	:	اول
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	
سن اشاعت	:	۲۰۰۲ء
کمپوزنگ	:	العرفان کمپوزرز
ناشر	:	ادارہ جامعہ رحمانیہ

(سابقہ جامعہ ابراھیمیہ) ناصر روڈ۔ سیالکوٹ

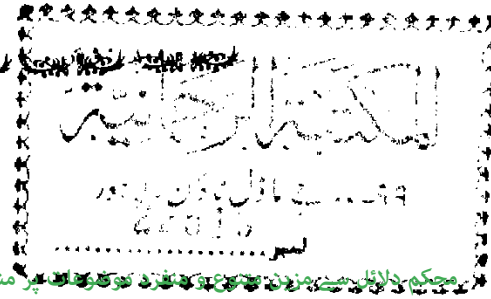

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	احکامِ عدت	۶
۱	عدت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶
۲	زمانۂ جاہلیت میں عدت	۷
۳	عدت کا وجوب	۷
۴	قانونِ عدت میں حکمت	۸
	عدت کی اقسام	۹
۵	غیر مدخولہ کی عدت	۹
۶	حائضہ عورت کی عدت	۱۳
۷	کیا ''خلق'' سے مراد حیض ہے؟	۱۴
۸	عدت کا حکم عدمِ حیض پر معلق ہے	۱۴
۹	عدت تین حیض تک	۱۵
۱۰	باندی کا استبراء ایک حیض ہے	۱۵
۱۱	استبراء اور حیض میں مماثلت	۱۵
۱۲	ان عورتوں کی عدت جن کو حیض آنا بند ہو چکا ہو	۱۶
۱۳	وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو	۱۸
۱۴	مطلقہ حاملہ کی عدت	۱۹
۱۵	مرضعہ مطلقہ کی عدت	۲۲
۱۶	خلع کی صورت میں عدت	۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷	مطلقہ مبتوتہ کے لیے نان ونفقہ اور سکونت	۲۴
۱۸	فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث پر اعتراضات اور ان کا جواب	۲۸
۱۹	۱- کیا عورت کا راوی حدیث ہونا غیر معتبر ہے؟	۲۹
۲۰	فاطمہؓ بنت قیس کا علمی پایہ اور ان کی عظمتِ روایت	۲۹
۲۱	۲- کیا فاطمہؓ کی روایت مخالفِ قرآن ہے؟	۳۲
۲۲	۳- ایک بودی اور نا قابلِ قبول تاویل	۳۳
۲۳	۴- کیا فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث اور روایت عمرؓ میں تعارُض ہے؟	۳۳
۲۴	ایک راوی حدیث پر جرح	۳۵
۲۵	میمون بن مہران اور سعید بن المسیب کا مناظرہ	۳۶
۲۶	تمام فقہاء حدیثِ فاطمہؓ سے استدلال کرتے ہیں	۳۶
۲۷	صدقِ حدیث اور برکتِ روایت کا نتیجہ	۳۷
۲۸	پانچواں اعتراض	۳۷
۲۹	چھٹا اعتراض	۳۸
۳۰	قانونِ عدت کی ابتداء	۳۹
۳۱	عدتِ وفات	۴۰
۳۲	زمانۂ عدت میں عورت کا گھر سے نکلنا	۴۲
۳۳	فقہاء کا اختلاف	۴۴
	اَحکامِ سوگ	۴۵
۳۴	اِحداد کا لُغوی معنی	۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵	اصطلاحی معنی	۴۷
۳۶	عورتوں کے بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کا جواز اور اس کی شرائط	۴۸
۳۷	سوگ کا حکم	۴۹
۳۸	ایک اِشکال کا حل	۴۹
۳۹	حالت عذر میں مُعتدہ کے لیے سرمہ وغیرہ لگانے کا حکم	۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو اپنے اندر انسان کی بالعموم اور ایک مسلمان کی بالخصوص جملہ ضروریات واحتیاجات کا حل رکھتا ہے اور حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں اسلام نے اس کی راہنمائی نہ فرمائی ہو۔ عبادات ومعاملات سے متعلق مسائل واحکام سے آگاہی اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کی ضرورت ہوتی ہے ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عدت وسوگ کا بھی ہے۔ جس کی بہت سی ایسی جزئیات ہیں جن کا کسی صاحبِ علم سے استفسار کئے بغیر علم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اکثر حضرات وخواتین عدت وسوگ سے متعلق مسائل پوچھتے رہتے ہیں۔

لہٰذا عامۃ الناس کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کا عزم کیا۔ جس میں اس مسئلہ کی جملہ جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہو۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب یا رسالہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس لیے بتوفیق الٰہی رسالہ ہذا میں کوشش کی گئی ہے کہ عدت (خواہ طلاق کی وجہ سے ہو یا خاوند کی وفات کی وجہ سے) اور سوگ کے جملہ اہم وضروری مسائل کو تحریر کر دیا جائے۔ تا کہ بوقت ضرورت ان سے استفادہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی میں تعلیماتِ اسلام کو جاری وساری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ... !

خادم الاسلام والمسلمین

محمد علی جانباز

۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

مطابق یکم اپریل ۲۰۰۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحکامِ عدت

عدت کا لُغوی اور اصطلاحی معنی:

عدت کا معنی گنتی یا شمار ہے۔ امام فخر الدینؒ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

عِدَّةٌ عَدٌّ سے بروزن فِعْلَةٌ بمعنی مَعْدُودٌ ہے جیسا کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُونٌ اور اسی بنا پر انسانوں کی گنی ہوئی جماعت کو عِدَّةٌ کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے، یعنی اس کے گنے ہوئے دن۔ (تفسیر کبیر ۲/۱۷۴)

امام راغبؒ اصفہانی لکھتے ہیں:

عِدَّةٌ کے معنی ہیں ''گنی ہوئی چیز'' چنانچہ ارشاد باری ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ﴾، ''اور نہیں رکھی ہم نے گنتی ان کی''۔ یہاں عِدَّتَهُمْ بمعنی عَدَدُهُمْ آیا ہے اور فرمایا ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾، ''تو گنتی چاہیئے اور دِنوں سے''۔ یعنی ماہِ رمضان چھوڑ کر دوسرے وقت اتنے ہی گنے ہوئے دن کے روزے رکھے جتنے کہ فوت ہوئے ہیں۔

اور ''عدت'' سے مراد عورت کی عدت ہے یعنی وہ ایام جن کے گزر جانے پر اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۝﴾ (الاحزاب)

''تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۝﴾ (الطلاق)

''تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِدَّۃٌ کی جمع عِدَدٌ ہے جیسا کہ سِدْرَۃٌ کی سِدَرٌ، تاج العروس میں ہے عِدَّۃٌ عَدٌّ کی طرح مصدر ہے اور اس کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں خواہ وہ چھوٹی جماعت ہو یا بڑی اور مطلقہ عورت کی عدت یا جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کی عدت اس کے حیض یا حمل کے وہ ایام ہیں جن کو وہ گنتی رہے یا چار ماہ دس دن نیز وہ ایام جن کو شوہر کے سوگ میں گزارے اور حیض اور وضع حمل تک وہ زمانہ کہ جن میں زینت سے اجتناب کرے۔

زمانۂ جاہلیت میں عدت:

زمانۂ جاہلیت میں بھی عدت گزارنے کا رواج تھا، مصر کے مشہور محقق سید سابق فرماتے ہیں:

"کَانَتِ الْعِدَّۃُ مَعْرُوْفَۃٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَکَانُوا لَا یَکَادُوْنَ یَتْرُکُوْنَھَا فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ أَقَرَّھَا لِمَا فِیْھَا مِن مَصَالِحَ". (فقہ السنۃ ۲/ ۳۲۵)

"زمانۂ جاہلیت میں بھی عدت گزارنے کا رواج تھا اور وہ اسے ترک نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام آیا تو اس نے چند مصالح کی خاطر اسے برقرار رکھا"۔

زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ بیوہ ایک تنگ کمرہ میں، بدترین کپڑے پہن کر، سال بھر، مقید رہتی تھی اور اس عرصہ میں ہر طرح کی زینت سے احتراز کرتی تھی، سال گزرنے کے بعد کوئی جانور اس کے کمرے میں بھیجا جاتا جس سے پونچھ کر وہ اپنی شرمگاہ کو صاف کرتی پھر کمرے سے نکل کر اسے مینگنی دی جاتی جسے وہ اٹھا کر پھینکتی یہ انقضاءِ عدت کی علامت ہوتی تھی۔

عدت کا وُجوب:

عورت کے لیے عدت گزارنا واجب ہے اس پر تمام علماءِ امت کا اجماع ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِھِنَّ

"جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ﴿۲۲۸﴾ (البقرة) ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔"

قانونِ عدت میں حکمت:

عدت کے اس قانون میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ایک اہم مصلحت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ رشتۂ نکاح کی عظمت وتقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر عدت کا قانون نہ ہو اور عورت کو اجازت ہو کہ شوہر کی طرف سے طلاق کے بعد وہ اپنی حسبِ خواہش فوراً ہی دوسرا نکاح کر لے تو یقیناً یہ بات نکاح کی عظمتِ شان کے خلاف ہوگی اور نکاح بچوں کا ایک کھیل سا ہو جائے گا۔

دوسری مصلحت خاص کر طلاقِ رجعی کی صورت میں یہ بھی ہے کہ عدت کی اس مدت میں مرد کے لیے امکان ہوگا کہ وہ معاملہ پر اچھی طرح غور کر کے رَجعت کر لے اور پھر دونوں میاں بیوی بن کے زندگی گزارنے لگیں، یہی بات اللہ اور رسول کو زیادہ پسند ہے۔ اسی لیے طلاقِ رجعی کی عدت میں عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے آپ کو بنانے، سنوارنے کا اہتمام کرے اور اپنا رویہ ایسا رکھے کہ شوہر کی طبیعت پھر اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ رَجعت کر لے۔ اور طلاقِ بائنہ کی صورت میں اگرچہ رَجعت کا امکان تو نہیں رہتا لیکن زمانۂ عدت میں عورت کو دوسرا نکاح نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کی زیادہ گنجائش رہتی ہے کہ دونوں باہم راضی ہو کر دوبارہ نکاح کے ذریعہ اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جوڑ لیں۔

ایک تیسری مصلحت یہ بھی ہے کہ عدت کے اس قانون کی وجہ سے عورت سے آئندہ پیدا ہونے والے بچے کے نسبت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

بہرحال قانونِ عدت کی یہ چند کھلی ہوئی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے اکثر متمدن قوموں کے قوانین میں میاں بیوی کی علیحدگی کی صورت کسی نہ کسی شکل میں عدت کا ضابطہ موجود ہے لیکن بعض قوموں کے قانون میں یہ عدت بہت طویل رکھی گئی ہے۔ جو بیچاری عورت کے لیے تکلیفُ مَا لَا یُطَاقُ ہے، شریعت اسلام نے جو مدت مقرر کی ہے وہ یقیناً معتدل اور متوسط ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِدّت کی اَقسام

عدت کی چار اقسام ہیں (۱) جس عورت کو ماہواری آتی ہو اس کی عدت تین حیض ہے ، (۲) وہ عورت جس کو ماہواری آنی بند ہوگئی ہو یا ابھی سن ماہواری کو نہ پہنچی ہو اس کی عدت تین ماہ ہے، (۳) جس عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، (۴) وہ عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔

عدت کی اقسام کا یہ اجمالی ذکر ہے آگے چل کر ہم ان کی تفصیل بیان کریں گے۔
پھر عورت کی دو قسمیں ہیں مَدخُولہ ہوگی یا غیر مَدخُولہ۔

غیر مدخولہ کی عدت:

جس عورت کی نکاح کے بعد خاوند سے ہمبستری نہ ہوئی ہو اس کو غیر مدخولہ کہتے ہیں، اس کو اگر طلاق ہو جائے تو اس کی کوئی عدت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَـٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۝٤٩﴾ (الاحزاب)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔“

۱- اس آیت سے جو قانونی احکام نکلتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

آیت میں اگرچہ ”مومن عورتوں“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے بظاہر یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ کتابی عورتوں کے معاملہ میں قانون وہ نہیں ہے جو یہاں بیان ہوا ہے، لیکن تمام علماءِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ معنیً یہی حکم کتابیات کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے۔ یعنی کتابی عورت سے بھی کسی مسلمان نے نکاح کیا ہو تو اس کی طلاق، اس کے مہر، اس کی عدت اور اس کو مُتعہ طلاق دینے کے جملہ احکام وہی ہیں جو مومن عورت سے نکاح کی صورت میں ہیں۔ علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مخصوص طور پر صرف مومن عورتوں کا ذکر جو کیا ہے اس سے مقصود دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسلمانوں کے لیے مومن عورتیں ہی موزوں ہیں۔ یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح جائز ضرور ہے مگر مناسب اور پسندیدہ نہیں ہے۔ بالفاظِ دیگر قرآن کے اس اندازِ بیان سے یہ بات مُترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل ایمان سے توقع یہی ہے کہ وہ مومن عورتوں سے نکاح کریں گے۔

۲- ''ہاتھ لگانے'' یا ''مس'' کرنے سے مراد لغت کے اعتبار سے تو محض چھونا ہے، لیکن یہاں یہ لفظ کنایۃً مباشرت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس لحاظ سے ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر شوہر نے مباشرت نہ کی ہو تو خواہ وہ عورت کے پاس تنہائی میں رہا ہو، بلکہ اسے ہاتھ بھی لگا چکا ہو تب بھی طلاق دینے کی صورت میں عدت لازم نہ آئے۔ لیکن فقہاء نے برسبیل احتیاط یہ حکم لگایا ہے کہ اگر خلوتِ صحیحہ ہو جائے (یعنی جس میں مباشرت ممکن ہو) تو اس کے بعد طلاق دینے کی صورت میں عدت لازم آئے گی اور سقوطِ عدت صرف اس حالت میں ہو گی جبکہ خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو۔

۳- طلاق، قبلِ خلوت کی صورت میں عدت ساقط ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ اس صورت میں مرد کا حقِ رجوع باقی نہیں رہتا اور عورت کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ طلاق کے فوراً بعد جس سے چاہے نکاح کر لے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ حکم صرف طلاق قبلِ خلوت کا ہے۔ اگر خلوت سے پہلے عورت کا شوہر مر جائے تو اس صورت میں عدتِ وفات ساقط نہیں ہوتی بلکہ عورت کو وہی چار مہینے دس دن کی عدت گزارنی ہوتی ہے جو منکوحہ مدخولہ کے لیے واجب ہے۔ (عدت سے مراد وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت ہے جس کے گزرنے سے پہلے عورت کے لیے دوسرا نکاح جائز نہ ہو)۔

۴- ﴿مَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ﴾ ''تمہارے لیے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے۔'' کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عدت عورت پر مرد کا حق ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ صرف مرد ہی کا حق ہے۔ دراصل اس میں دو حق اور بھی شامل ہیں۔ ایک حقِ اولاد۔ دوسرے حق اللہ یا حق الشرع۔ مرد کا حق وہ اس بنا پر ہے کہ اس دوران اس کو رجوع کر لینے کا حق ہے، نیز اس بنا پر کہ اس کی اولاد کے نسب کا ثبوت اس بات پر منحصر ہے کہ عدت کے زمانہ میں عورت کا حاملہ ہونا یا نہ ہونا ظاہر ہو جائے۔ اولاد کا حق اس میں شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اپنے باپ سے بچے کے نسب کا ثابت ہونا اس کے قانونی حقوق قائم ہونے کے لیے ضروری ہے اور اس کے اخلاقی مرتبے کا انحصار بھی اس امر پر ہے کہ اس کا نسب مشتبہ نہ ہو۔ پھر اس میں حق اللہ (یا حق الشرع) اس لیے شامل ہو جاتا ہے کہ اگر لوگوں کو اپنے اور اپنی اولاد کے حقوق کی پرواہ نہ بھی ہو تو اللہ کی شریعت ان حقوق کی حفاظت ضروری سمجھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو یہ پروانہ بھی لکھ کر دیدے کہ میرے مرنے کے بعد یا مجھ سے طلاق لے لینے کے بعد تیرے اوپر میری طرف سے کوئی عدت واجب نہ ہوگی تب بھی شریعت کسی حال میں اس کو ساقط نہ کرے گی۔

۵- ابن عباسؓ، سعیدؒ بن المسیب، حسنؒ بصری، علیؒ بن الحسین (زین العابدین)، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبل نے آیت کے الفاظ ''جب تم نکاح کرو پھر طلاق دے دو'' سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلاق اسی صورت میں واقع ہوتی ہے جبکہ اس سے پہلے نکاح ہو چکا ہو۔ نکاح سے پہلے طلاق بے اثر ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ''اگر میں فلاں عورت سے، یا فلاں قبیلے یا قوم کی عورت سے، یا کسی عورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے''۔ تو یہ قول لغو و بے معنیٰ ہے، اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔ اس خیال کی تائید میں یہ احادیث پیش کی جاتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''لَا طَلَاقَ لِابْنِ آدَمَ فِی مَا لَا یَمْلِکُ''۔ ''ابن آدم جس چیز کا مالک نہیں ہے اس کے بارے میں طلاق کا اختیار استعمال کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا''۔ (احمد، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ) اور ''لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّکَاحِ''۔ ''نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں''۔ (ابن ماجہ) مگر فقہاء کی ایک بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ اس آیت اور ان احادیث کا اطلاق صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایک غیر عورت کو جو اس کے نکاح میں نہ ہو یوں کہے کہ ''تجھ پر طلاق ہے'' یا ''میں نے تجھے طلاق دی''۔ یہ قول بلاشبہ لغو ہے جس پر کوئی قانونی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ یوں کہے کہ ''اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق ہے''۔ تو یہ نکاح سے پہلے طلاق دینا نہیں ہے بلکہ دراصل وہ شخص اس امر کا فیصلہ اور اعلان کرتا ہے کہ جب وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی تو اس پر طلاق وارد ہوگی۔ یہ قول لغو و بے اثر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جب بھی وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی اسی وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ مسلک جن فقہاء کا ہے ان کے درمیان پھر اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ اس نوعیت کے ایقاعِ طلاق کی وسعت کس حد تک ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام زُفرؒ کہتے ہیں کہ خواہ کوئی شخص، عورت یا قوم یا قبیلے کی تخصیص کرے یا مثال کے طور پر عام بات اس طرح کہے کہ ''جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے''۔ دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ ابوبکر جصاص نے یہی رائے حضرت عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابراہیم النخعیؒ، مجاہدؒ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ سے بھی نقل کی ہے۔

سفیان ثوری اور عثمان البتی کہتے ہیں کہ طلاق صرف اُسی صورت میں پڑے گی جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے والا یوں کہے کہ ''اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے''۔

حسن بن صالح، لیثؒ بن سعد اور عامرؒ الشعبی کہتے ہیں کہ اس طرح کی طلاق عمومیت کے ساتھ بھی پڑ سکتی ہے بشرطیکہ اس میں کسی نوع کی تخصیص ہو۔ مثلاً آدمی نے یوں کہا ہو کہ ''اگر میں فلاں خاندان، یا فلاں قبیلے، یا فلاں شہر یا ملک یا قوم کی عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے''۔

ابن ابی لیلیٰ اور امام مالکؒ اوپر کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ اس میں مدت کا بھی تعین ہونا چاہئے۔ مثلاً اگر آدمی نے یوں کہا ہو کہ ''اگر میں اس سال یا آئندہ دس سال کے اندر فلاں عورت یا فلاں گروہ کی عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے''۔ تب یہ طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں، بلکہ امام مالکؒ اس پر اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ اگر یہ مدت اتنی طویل ہو جس میں اس شخص کا زندہ رہنا متوقع نہ ہو تو اس کا قول بے اثر رہے گا۔

اگر کسی عورت کی نکاح کے بعد خاوند سے خلوت نہیں ہوئی اور خاوند فوت ہو گیا تو اس کو بھی عدت گزارنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح خلوت کے بعد والی عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری ہے۔

حائضہ عورت کی عدت:

جس عورت کی اپنے خاوند سے ملاقات اور ہمبستری ہو چکی ہو اور اس کو ماہواری بھی آتی ہو تو اس کو اگر طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین قُرُوء ہے۔ اور لفظ قُرُوء کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ حیض کے بھی آتے ہیں اور طُہر کے بھی۔ حضرت امام شافعیؒ مطلقہ کی عدت تین طُہر بتاتے ہیں جبکہ دیگر محدثین اور جمہور علماء تین حیض عدت کے قائل ہیں اور دلائل کے لحاظ سے یہ دوسرا مسلک ہی زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ اسی قول کو محقق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لفظ قرء کلام شارع میں صرف حیض کے لیے آیا ہے کسی ایک موقع پر بھی طہر کے لیے نہیں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مستحاضہ سے فرمایا: ''دَعِي الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِكِ''. ''اپنے ایام حیض میں نماز چھوڑ دے''۔

پس رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بہتر کلام الٰہی کی تعبیر اور کون کر سکتا ہے؟ آپؐ سے زیادہ اپنی قوم کے لغت کا ماہر کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟ یہی لغت جس پر قرآن نازل ہوا پس جب ثابت ہو گیا کہ شارعؐ نے اسے حیض کے لیے استعمال کیا ہے، تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ قرء کا حمل درحقیقت کس معنیٰ پر کیا جائے گا؟

کیا ''خلق'' سے مراد حیض ہے؟

اسی طرح ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾ (البقرۃ) میں ''خلق'' سے مراد حیض ہے، اور عام مفسرین کے نزدیک حمل، رحم میں جو مخلوق ہے وہ درحقیقت حیض وجودی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف اور خلف نے اسے حمل اور حیض قرار دیا ہے، البتہ بعض اسے صرف حیض اور بعض صرف حمل کہتے ہیں، لیکن کسی نے بھی طہر نہیں کہا ہے۔

عدت کا حکم عدم حیض پر معلق ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (الطلاق)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں۔ ان کے معاملہ میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک لاحق ہے تو (تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور یہی حکم ان کا ہے جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے عدم حیض پر عدت کے حکم کو معلق رکھا ہے نہ کہ عدم طہر پر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدت تین حیض تک:

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''طَلَاقُ الأمةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَان''۔ ([illegible])

''یعنی باندی کے لیے دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔''

ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث ہے وہ فرماتی ہیں کہ: ''بریرہؓ کو حکم دیا گیا کہ تین حیض تک کی عدت گزاریں!''۔ (ابن ماجہ [illegible])

نیز ایک اور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ثابتؓ بن قیس بن شماس کی بیوی کو جب انہوں نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا، ایک حیض تک اپنے تئیں روکے رہنے کا حکم دیا، ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ایک حیض تک عدت گزارنے کا لفظ آیا ہے، اسی طرح کی روایت ترمذی کی بھی ہے۔

باندی کا استبراء ایک حیض ہے:

اسی طرح استبراء کا معاملہ ہے، ابن عبدالبر کا قول ہے کہ بالاجماع باندی کا استبراء ایک حیض کی مدت ہے۔

غرض سنن صحیحہ سے ثابت ہے کہ استبراء، حیض کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ طہر کے ساتھ، امام شافعیؒ کا بھی صحیح قول یہی ہے کہ باندی کا استبراء ایک حیض کا زمانہ ہے۔

استبراء اور حیض میں مماثلت:

www.KitaboSunnat.com

غرض جمہور کا مسلک یہی ہے کہ عدت، استبراءِ حیض ہے نہ کہ طہر، اور یہ استبراء باندی کے حق میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک آزاد عورت کے حق میں عدت کی ہے۔

بہرحال امر متمیز حیض ہے، ایک عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو اس کے بلوغ کے ساتھ ہی اس کے احکام میں تغیر واقع ہو جاتا ہے، اس پر بعض عبادتیں اس دوران میں حرام ہو جاتی ہیں، مثلاً نماز، روزہ، طواف، اور مسجد میں داخلہ، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب خون بند ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے وہ غسل کر لیتی ہے، اور طہر میں داخل ہو جاتی ہے، تو تجدُّدِ طُہر سے احکام میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، بلکہ زمانہ حیض کے احکام صغیرہ، زوال آشنا ہو جاتے ہیں، یعنی طہر کے بعد وہ اس حالت پر واپس آ جاتی ہے جس پر حیض سے قبل تھی۔ غرض طہر سے احکام نہیں بدلتے، وہ قُرُوء (حیض) ہے جو عورت کے احکام بدل دیتا ہے، اور یہ تغیر صرف حیض ہی سے حاصل ہوتا ہے، طہر سے نہیں۔ (زاد المعاد ۳: ۹۶)

ان عورتوں کی عدت جن کو حیض آنا بند ہو چکا ہو:

جن کا حیض آنا بند ہو گیا ہو ان کی عدت تین ماہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالّٰٓـِٔي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔي لَمْ يَحِضْنَ ۝﴾ (الطلاق)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم لوگوں کو شک لاحق ہے تو (تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔''

اس تحریر کردہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی عورتوں کی عدت بیان فرمائی ہے (۱) وہ عورتیں جن کو حیض آنے کے بعد بند ہو چکا ہو، (۲) وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔ پہلی قسم کی عورتیں جن کو حیض آنا قطعی بند ہو چکا ہو اور کبر سنی کی وجہ سے وہ سن ایاس میں داخل ہو چکی ہوں۔ ان کی عدت اس روز سے شمار ہوگی جس روز انہیں طلاق دی گئی ہو۔ اور تین مہینوں سے مراد تین قمری مہینے ہیں۔ اگر قمری مہینے کے آغاز میں طلاق دی گئی ہو تو بالاتفاق رؤیتِ ہلال کے لحاظ سے عدت شمار ہوگی، اور اگر مہینے کے بیچ میں کسی وقت طلاق دی گئی ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ۳۰ دن کا مہینہ قرار دے کر ۳ مہینے پورے کرنے ہوں گے۔ (بدائع الصنائع)

رہیں وہ عورتیں جن کے حیض میں کسی نوع کی بے قاعدگی ہو، ان کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں۔

حضرت سعیدؒ بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جس عورت کو طلاق دی گئی ہو، پھر ایک دو مرتبہ حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو گیا ہو، وہ ۹ مہینے انتظار کرے۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ ۹ مہینے گزرنے کے بعد وہ مزید تین مہینے عدت گزارے، پھر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کے لیے حلال ہو گی۔

ابن عباسؓ، قتادہؒ اور عکرمہؒ کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال بھر حیض نہ آیا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

طاؤسؒ کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین حیض ہے۔ یہی رائے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت زیدؓ بن ثابت سے مروی ہے۔

امام مالکؒ کی روایت ہے کہ ایک صاحب جبان نامی تھے جنہوں نے اپنی بیوی کو ایسے زمانے میں طلاق دی جبکہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھیں اور اس پر ایک سال گزر گیا مگر انہیں حیض نہ آیا۔ پھر وہ صاحب انتقال کر گئے۔ مطلقہ بیوی نے وراثت کا دعوی کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت سے مشورہ طلب کیا۔ دونوں بزرگوں کے مشورے سے حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت وارث ہے۔ دلیل یہ تھی کہ نہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور نہ ان میں سے ہے جن کو ابھی حیض نہیں آیا، لہٰذا وہ شوہر کے مرنے تک اپنے اس حیض پر تھی جو اسے پہلے آیا تھا اور اس کی عدت باقی تھی۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جس عورت کا حیض بند ہو گیا ہو، مگر اس کا بند ہونا سن ایاس کی وجہ سے نہ ہو کہ آئندہ اس کے جاری ہونے کی امید نہ رہے، اس کی عدت یا تو حیض ہی سے ہو گی اگر وہ آئندہ جاری ہو، یا پھر اس عمر کے لحاظ سے ہو گی جس میں عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد وہ تین مہینے عدت گزار کر نکاح سے آزاد ہو گی۔ یہی قول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ، امام ثوری اور امام لیث کا ہے۔ اور یہی مذہب حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت کا ہے۔

امام مالکؒ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباس کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت پہلے ۹ مہینے گزارے گی۔ اگر اس دوران حیض جاری نہ ہو تو پھر وہ تین مہینے اس عورت کی سی عدت گزارے گی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔ ابن القاسم نے امام مالکؒ کے مسلک کی توضیح یہ کی ہے کہ ۹ مہینے اس روز سے شمار ہوں گے جب آخری مرتبہ اس کا حیض ختم ہوا تھا نہ کہ اس روز سے جب اسے طلاق دی گئی۔ (یہ تمام تفصیلات احکام القرآن للجصاص اور بدائع الصنائع للکاسانی سے ماخوذ ہیں)

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت جس کی عدت، حیض کے اعتبار سے شروع ہوئی تھی، عدت کے دوران آئسہ ہو جائے تو اسے حیض والی عورتوں کے بجائے آئسہ عورتوں والی عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کو حیض آنا بند ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کیوں بند ہو گیا ہے تو پہلے وہ حمل کے شبہ میں ۹ مہینے گزارے گی اور پھر اسے تین مہینے عدت کے پورے کرنے ہوں گے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ حیض کیوں بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیماری ہو یا دودھ پلا رہی ہو یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو تو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک یا تو حیض آنا شروع ہو جائے اور عدت حیضوں کے لحاظ سے شمار ہو سکے، یا پھر وہ آئسہ ہو جائے اور آئسہ عورتوں کی سی عدت گزار سکے۔ (الانصاف ۹/۲۸۵)

وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو:

حیض: خواہ کم سنی کی وجہ سے نہ آیا یا اس وجہ سے کہ بعض عورتوں کو بہت دیر میں حیض آنا شروع ہوتا ہے۔ اور شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عورت کو عمر بھر نہیں آتا بہرحال تمام صورتوں میں ایسی عورت کی عدت وہی ہے جو آئسہ عورت کی عدت ہے۔ یعنی طلاق کے وقت سے تین مہینے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عدت کا سوال اس عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر خلوت کر چکا ہو، کیونکہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہے ہی نہیں۔ (سورۂ احزاب، آیت: ۴۹) اس لیے ایسی لڑکیوں کی عدت بیان کرنا جنہیں حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت کرنا بھی جائز ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز کو قرآن نے جائز قرار دیا ہو اسے ممنوع قرار دینے کا کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا۔

جس لڑکی کو ایسی حالت میں طلاق دی گئی ہو کہ اسے ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، اور پھر عدت کے دوران اس کو حیض آ جائے، تو وہ پھر اسی حیض سے عدت شروع کرے گی اور اس کی عدت حائضہ عورتوں جیسی ہوگی۔

مُطلّقہ حاملہ کی عدت:

اس امر پر تمام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف واقع ہو گیا ہے کہ آیا یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جس کا شوہر زمانۂ حمل میں وفات پا گیا ہو؟ یہ اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۴ میں اس عورت کی عدت ۴ مہینے دس دن بیان کی گئی ہے جس کا شوہر وفات پا جائے، اور وہاں اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم آیا تمام بیوہ عورتوں کے لیے عام ہے یا ان عورتوں کے لیے خاص ہے جو حاملہ نہ ہوں۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ استنباط کرتے ہیں کہ حاملہ مطلقہ کی عدت تو وضع حمل تک ہی ہے، مگر بیوہ حاملہ کی عدت آخر الاَجَلَین ہے، یعنی مطلقہ کی عدت اور حاملہ کی عدت میں سے جو زیادہ طویل ہو وہی اس کی عدت ہے۔ مثلاً اگر اس کا بچہ ۴ مہینے دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تو اسے چار مہینے دس دن پورے ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کا وضع حمل اس وقت تک نہ ہو تو پھر اس کی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وضع حمل ہو جائے۔ یہی مذہب امامیہ کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ سورۂ طلاق کی یہ آیت، سورۂ بقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لیے بعد کے حکم نے پہلی آیت کے حکم کو غیر حاملہ بیوہ کے لیے خاص کر دیا ہے اور ہر حاملہ کی عدت وضع حمل تک مقرر کر دی ہے، خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ اس مسلک کی رو سے عورت کا وضع حمل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا ۴ مہینے دس دن سے زیادہ طول کھینچے، بہرحال بچہ پیدا ہوتے ہی وہ عدت سے باہر ہو جائے گی۔ اس مسلک کی تائید حضرت اُبیؓ بن کعب کی یہ روایت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں، جب سورۂ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا یہ مطلقہ اور بیوہ دونوں کے لیے ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: ہاں۔ دوسری روایت میں آپؐ نے مزید تصریح فرمائی ''أَجَلُ كُلِّ حَامِلٍ أَنْ تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا''۔ ''ہر حاملہ عورت کی عدت کی مدت اس کے وضع حمل تک ہے''۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں کلام کی گنجائش ہے، لیکن چونکہ یہ متعدد سندوں سے نقل ہوئی ہے اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے)۔ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر اس کی مضبوط تائید سُبَیْعَہ اَسْلَمِیَّہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا۔ وہ بحالتِ حمل بیوہ ہوئی تھیں اور شوہر کی وفات کے چند روز بعد (بعض روایات میں ۲۰ دن، بعض میں ۲۳ دن، بعض میں ۲۵ دن، بعض میں ۴۰ دن اور بعض میں ۳۵ دن بیان ہوئے ہیں) ان کا وضع حمل ہو گیا تھا۔ آپؐ سے ان کے معاملہ میں فتوی پوچھا گیا تو آپؐ نے ان کو نکاح کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کو بخاری و مسلم نے کئی طریقوں سے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی واقعہ کو بخاری، مسلم، امام احمد، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم نے خود سُبَیْعَہ اَسْلَمِیَّہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت سعد بن خولہ کی بیوی تھی۔ حجۃ الوداع کے زمانے میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ میں حاملہ تھی۔ وفات کے چند روز بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ تم چار مہینے دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فتویٰ دیا کہ تم وضع حمل ہوتے ہیں حلال ہو چکی ہو، اب چاہو تو دوسرا نکاح کر سکتی ہو، اس روایت کو بخاری نے بھی مختصراً نقل کیا ہے۔

صحابہؓ کی کثیر تعداد سے یہی مسلک منقول ہے۔ امام مالک، امام شافعی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حاملہ بیوہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت عمرؓ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اگر شوہر ابھی دفن بھی نہ ہوا ہو بلکہ اس کی لاش اس کے بستر پر ہی ہو اور اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہو جائے تو وہ دوسرے نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہی رائے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابومسعودؓ بدری اور حضرت عائشہؓ کی ہے، اور اسی کو ائمہ اربعہ اور دوسرے اکابر فقہاء نے اختیار کیا ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ کے پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو آخری بچے کی ولادت پر عدت ختم ہو گی۔ بچہ خواہ مُردہ ہی پیدا ہو، اس کی ولادت سے عدت ختم ہو جائے گی۔ اسقاطِ حمل کی صورت میں اگر دائیاں اپنے فن کی رو سے یہ کہیں کہ یہ محض خون کا لوتھڑا نہ تھا بلکہ اس میں آدمی کی صورت پائی جاتی تھی، یا یہ رسولی نہ تھی بلکہ آدمی کی اصل تھی تو ان کا قول قبول کیا جائے گا اور عدت ختم ہو جائے گی۔ (مغنی المحتاج) حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے، مگر اسقاط کے معاملہ میں ان کا مذہب یہ ہے کہ جب تک انسانی بناوٹ ظاہر نہ پائی جائے، محض دائیوں کے اس بیان پر کہ یہ آدمی ہی کی اصل ہے، اعتماد نہیں کیا جائے گا اور اس سے عدت ختم نہ ہو گی۔ (بدائع الصنائع، الانصاف) لیکن موجودہ زمانے میں طبی تحقیقات کے ذریعہ سے یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی کہ جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز ساقط ہوئی ہے وہ واقعی انسانی حمل کی نوعیت رکھتی تھی یا کسی رسولی یا جمے ہوئے خون کی قسم سے تھی، اس لیے اب جہاں ڈاکٹروں سے رائے حاصل کرنا ممکن ہو وہاں یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ جس چیز کو اسقاطِ حمل کہا جاتا ہے وہ واقعی اسقاط تھا یا نہیں اور اس سے عدت ختم ہوئی یا نہیں۔ البتہ جہاں ایسی طبی تحقیق ممکن نہ ہو وہاں حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک ہی زیادہ مبنی بر احتیاط ہے اور جاہل دائیوں پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے۔

مُرضعہ مُطلّقہ کی عدت:

جس عورت کو حیض آنے کی امید ہو خواہ جلدی یا دیر سے، اس کی عدت حیضوں کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔ حبان بن منذر نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا ایک سال تک اس کو حیض نہیں آیا پھر حبان بن منذر بیمار ہو کر فوت ہو گئے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ نے فیصلہ دیا کہ اس کی عدت پوری نہیں ہوئی۔ (احکام القرآن لابن عربی ۲ ۳۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کی عدت، حیض کے ساتھ ہے، خواہ دیر سے آئے یا جلدی۔

خُلع کی صورت میں عدت:

اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ خلع کی عدت وہی ہے جو طلاق کی ہے، یہ رائے جمہور امت کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہے، یہ رائے خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ کی ہے۔ اور اسی کے مطابق انہوں نے ایک مقدمہ کا فیصلہ بھی دیا تھا۔

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے کہ خُلع کی عدت، طلاق کی عدت ہے، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور سعید بن مسیبؒ، سلیمان بن یسار، عُروہ، سالم، ابوسلمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن شہاب، حسن، شعبی، ابراہیم نخعی، ابوعیاض، فلاس بن عمرو، قتادہ، سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعُبید رحمہم اللہ کا بھی یہی فرمان ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''اکثر اہل علم اسی طرف گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خلع چونکہ طلاق ہے پس عدت اس کی مثل عدتِ طلاق کے ہے۔'' دوسرا قول یہ ہے کہ صرف ایک حیض اس کی عدت ہے حضرت عثمانؓ کا یہی فیصلہ ہے۔ ابن عمرؓ کو تین حیض کا فتوی دیتے تھے، لیکن ساتھ ہی فرما دیا کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ ہم سے بہتر ہیں اور ہم سے بڑے عالم ہیں اور ابن عمرؓ سے ایک حیض کی عدت بھی مروی ہے۔ ابن عباس، عکرمہ، اَبان بن عثمان اور تمام وہ لوگ جن کے نام اوپر آئے ہیں جو خلع کو فسخ کہتے ہیں ضروری ہے کہ ان سب کا قول بھی یہی ہو۔ ابوداود اور ترمذی کی حدیث میں بھی یہی ہے کہ ثابتؓ بن قیس کی بیوی کو آپؐ نے اس صورت میں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا تھا۔ ترمذی میں ہے کہ رُبَیّع بنت معوذ کو بھی خلع کے بعد ایک ہی حیض گزارنے کا آپؐ کا فرمان صادر ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے خلع والی عورت سے فرمایا تھا کہ تجھ پر عدت ہی نہیں ہاں اگر قریب کے زمانہ میں ہی خاوند سے ملی ہو تو ایک حیض آجانے تک اس کے پاس ٹھہری رہو، مریم مغالبہ کے بارے میں آپؐ کا جو فیصلہ تھا اس کی متابعت حضرت امیر المؤمنین نے کی۔

(ابن کثیر ۱/۴۸۹)

شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔ حضرت عثمانؓ، ابن عباسؓ کا مسلک یہی ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمدؒ کا قول بھی یہی ہے۔ اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کا بھی یہی فتوی ہے۔''

نیز حضرت عکرمہؒ، حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ثابتؓ بن قیس کی بیوی نے ان سے جب خلع حاصل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی عدت ایک حیض قرار دی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث موجب سنت وقضاء رسول اللہ ﷺ اور موافق اقوالِ صحابہؓ ہے، اور مقتضائے قیاس بھی ہے۔ اس کی عدت کے لیے ایک حیض کافی ہے۔ جس سے براءتِ رحم ہو جاتی ہے۔ (زاد المعاد ۵/۶۷۸)

درحقیقت عدت کا مقصد صرف اتنا ہے کہ معلوم ہو جائے عورت حاملہ ہے یا نہیں؟ تا کہ نسب میں اختلاط اور عدتِ وفات اور طلاق میں اشتباہ واقع نہ ہو پہلی صورت سوگ کی ہوتی ہے اور دوسری صورت مظلومیت کی اور ان دونوں صورتوں میں عقد جدید کے لیے دل ودماغ کو تیار کرنے کے لیے نسبۃً زیادہ مہلت درکار ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی عدت ذرا طویل ہے۔ اور خلع چونکہ عورت خود لیتی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے ایک ماہ کی عدت بہت کافی ہے۔ ابوجعفر النحاس نے اپنی کتاب ''ناسخ ومنسوخ'' میں اس پر اجماع صحابہؓ کا دعویٰ کیا ہے۔

مطلقہ مَبْتُوتہ کے لیے نان ونفقہ اور سکونت:

اس امر میں تمام علماء وفقہاء کا اتفاق ہے کہ مطلقہ کو اگر رجعی طلاق دی گئی ہو تو شوہر پر اس کی سکونت اور اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو خواہ اسے رجعی طلاق دی گئی ہو یا قطعی طور پر الگ کر دینے والی۔ بہرحال اس کے وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہوگا۔ اس کے بعد اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا غیر حاملہ مطلقہ، مبتوتہ (یعنی جسے قطعی طور پر الگ کر دینے والی طلاق دی گئی ہو) سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے؟ یا صرف سکونت کا حق رکھتی ہے؟ یا دونوں میں سے کسی کی بھی حق دار نہیں ہے؟

ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے۔ یہ رائے حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت علیؓ بن حسین (امام زین العابدین)، قاضی شُریح اور ابراہیم نخعیؒ کی ہے۔ اسی کو حنفیہ نے اختیار کیا ہے، اور امام سفیان ثوریؒ اور حسن بن صالح کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس کی تائید دارقطنی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ''. ''جس عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں اس کے لیے زمانۂ عدت میں سکونت اور نفقہ کا حق ہے۔''

اس کی مزید تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث کو حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ ہم ایک عورت کے قول پر اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے علم میں لازماً رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت ہو گی کہ ایسی عورت کے لیے نفقہ اور سکونت کا حق ہے۔ بلکہ ابراہیم نخعیؒ کی ایک روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث کو رد کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ''. ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لیے سکونت کا حق بھی ہے اور نفقہ کا بھی''۔ امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں اس مسئلے پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس مسلک کے حق میں پہلی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾، ''ان کو ان کی عدت کے لیے طلاق دو''۔ اس فرمانِ الٰہی کا اطلاق اس شخص پر بھی تو ہوتا ہے جو دو طلاق پہلے دے کر رجوع کر چکا ہو اور اب اسے صرف ایک ہی طلاق دینے کا حق باقی ہو۔ دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طلاق دینے کا جب یہ طریقہ بتایا کہ ''آدمی یا تو ایسے طُہر میں طلاق دے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو یا ایسی حالت میں طلاق دے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا ظاہر ہو چکا ہو''۔ تو اس میں آپؐ نے پہلی، دوسری، یا آخری طلاق کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''ان کو اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو''۔ ہر قسم کی طلاق سے متعلق مانا جائے گا۔ تیسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حاملۂ مطلقہ خواہ رجعیہ ہو یا مبتوتہ، اس کی سکونت اور اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اور غیر حاملہ رجعیہ کے لیے بھی یہ دونوں حقوق واجب ہیں۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہوا کہ سکونت اور نفقہ کا وجوب دراصل حمل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ یہ دونوں قسم کی عورتیں شرعاً شوہر کے گھر میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اب اگر یہی حکم مبتوتہ غیر حاملہ کے بارے میں بھی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سکونت اور اس کا نفقہ مرد کے ذمہ نہ ہو۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مطلقہ مبتوتہ کے لیے سکونت کا حق تو ہے مگر نفقہ کا حق نہیں ہے۔ یہ مسلک سعید بن المسیبؒ، سلیمان بن یسارؒ، عطاء، شعبی، اوزاعیؒ، لیثؒ اور ابوعبیدؒ رحمہم اللہ کا ہے، اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن مغنی المحتاج میں امام شافعی کا مسلک اس سے مختلف بیان ہوا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ مطلقہ مبتوتہ کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ نفقہ کا۔ یہ مسلک حسن بصریؒ، حمادؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، عمرو بن دینارؒ، طاؤسؒ، اسحاق بن راہویہؒ، اور ابوثورؒ کا ہے۔ ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امامیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور مغنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ "تَجِبُ سُكْنَى لِمُعْتَدَّةِ طَلَاقٍ حَائِلٍ أَوْ حَامِلٍ وَلَا بَائِنٍ ..... وَالْحَائِلُ الْبَائِنُ لَا نَفَقَةَ لَهَا وَلَا كِسْوَةَ"۔ "طلاق کی بنا پر جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کے لیے سکونت کا حق واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، مگر بائنہ کے لیے واجب نہیں ہے ..... اور غیر حاملہ بائنہ کے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ کپڑا۔" اس مسلک کا استدلال ایک تو قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ ﴿لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ "تم نہیں جانتے، شاید اس کے بعد اللہ موافقت کی کوئی صورت پیدا کر دے"۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ بات مطلقہ رجعیہ کے حق ہی میں درست ہو سکتی ہے نہ کہ مبتوتہ کے حق میں۔ اس لیے مطلقہ کو گھر میں رکھنے کا حکم بھی رجعیہ ہی کے لیے خاص ہے۔ دوسرا استدلال فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث سے ہے جسے کتب حدیث میں بکثرت صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ فاطمہؓ بنت قیس الفہریہ اولین مہاجرات میں سے تھیں، بڑی عاقلہ سمجھی جاتی تھیں، اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے موقع پر اصحاب شوریٰ کا اجتماع انہی کے ہاں ہوا تھا۔ یہ پہلے ابوعمرو بن حفص بن المغیرۃ المخزومی کے نکاح میں تھیں، پھر ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دے کر الگ کر دیا، اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت اُسامہؓ بن زید سے کیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے شوہر ابوعمرو پہلے ان کو دو طلاق دے چکے تھے۔ پھر جب حضرت علیؓ کے ساتھ وہ یمن بھیجے گئے تو انہوں نے وہاں سے باقی تیسری طلاق بھی ان کو بھیج دی۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ابوعمروؓ ہی نے اپنے رشتہ داروں کو پیغام بھیجا تھا کہ عدت کے زمانے میں ان کو گھر میں رکھیں اور ان کا خرچ برداشت کریں۔ اور بعض میں یہ ہے کہ انہوں نے خود نفقہ وسکونت کے حق کا مطالبہ کیا تھا۔ بہرحال جو صورت بھی ہو، شوہر کے رشتہ داروں نے ان کا حق ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ دعویٰ لے کر نبی ﷺ کے پاس پہنچیں، اور آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ نہ تمہارے لیے نفقہ ہے نہ سکونت۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى لِلْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا مَا كَانَتْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ فَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنَى"۔ "عورت کا نفقہ اور اس کی سکونت تو شوہر پر اس صورت میں واجب ہے جب کہ شوہر کو اس پر رجوع کا حق ہو۔ مگر جب رجوع کا حق نہ ہو تو نہ نفقہ ہے نہ سکونت"۔ (مسند احمد) طبرانی اور نسائی نے بھی قریب قریب یہی روایت نقل کی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں "فَإِذَا كَانَتْ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنَى"۔ "لیکن جب وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک اس کے سوا کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے تو پھر اس کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکونت"۔ یہ حکم بیان کرنے کے بعد آپؐ نے ان کو پہلے اُمّ شریکؓ کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا اور بعد میں فرمایا کہ تم ابن اُمّ مکتوم کے ہاں رہو۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ بنت قیس کی حدیث پر اعتراضات اور ان کا جواب:

اس حدیث پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا حاصل حسب ذیل چھ امور ہیں:

۱- ایک عورت کی روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک دو گواہ شہادت دے کر اس کی تصدیق نہ کر دیں۔

۲- فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے۔

۳- فاطمہؓ بنت قیس عدت گزارنے سے پہلے شوہر کے گھر سے اس لیے نہیں نکلیں کہ انہیں نفقہ اور سکنی کا حق نہیں تھا بلکہ اس لیے نکلیں کہ وہ بہت تیز زبان تھیں اور شوہر کے رشتہ داران کی بدمزاجی سے تنگ تھے۔

۴- فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث حضرت عمرؓ بن الخطاب کی حدیث سے معارض ہے۔

۵- مروان کے زمانہ حکومت میں جب مطلقہ مبتوتہ کے متعلق ایک نزاع چل پڑی تھی تو حضرت عائشہؓ نے فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث پر سخت اعتراضات کئے تھے اور فاطمہؓ سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا وہ دراصل ایک خالی مکان میں تھیں جہاں کوئی مونس نہ تھا اس لیے ان کی سلامتی کی خاطر آپؐ نے ان کو گھر بدل دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔

۶- فاطمہؓ بنت قیس کا نکاح بعد میں اسامہؓ بن زید سے ہوا تھا اور محمد بن اسامہ کہتے ہیں کہ جب کبھی فاطمہؓ اس حدیث کا ذکر کرتیں تو میرے والد جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی اٹھا کر ان پر دے مارتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت اسامہؓ کے علم میں سنت اس کے خلاف نہ ہوتی تو وہ اس حدیث کی روایت پر اتنی ناراضگی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

اب ہم ان اعتراضات پر نمبروار کلام کرتے ہیں اور ثابت کریں گے کہ یہ اعتراضات غلط ہیں اور حدیث اپنی جگہ اٹل اور بے غبار ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- کیا عورت کا راویٔ حدیث ہونا غیر معتبر ہے؟

پہلا اعتراض یہ ہے کہ عورت کا راویٔ حدیث ہونا غیر معتبر ہے۔ لیکن یہ بالکل باطل خیال ہے، تمام علماء قطعاً اس اعتراض کے خلاف ہیں، تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کی روایت جس طرح مردوں سے قبول کی جاسکتی ہے اسی طرح عورتوں سے بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ ہمارے سامنے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ علماء نے صحابیہؓ خواتین کی روایتیں قبول کی ہیں، خواتین صحابہؓ کی مسانید لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ پھر دنیا کی دوسری خواتین کے مقابلہ میں فاطمہؓ بنت قیس کا کونسا گناہ ہے کہ اس کی حدیث قبول نہ کی جائے۔

فاطمہؓ بنت قیس کا علمی پایہ اور ان کی عظمتِ روایت:

اگر فُریعہ بنت مالک بن سنان کی روایت بیوہ عورت کی عدت، شوہر کے گھر میں بسر کرنے کے بارے میں قبول کی جاسکتی ہے، تو فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث کیوں نہیں قبول کی جاسکتی؟

فاطمہؓ کسی طرح فریعہؓ سے علم وجلالتِ شان، ثقاہت اور امانت میں کم نہیں تھیں، بلکہ بہت زیادہ تھیں اور کوئی شبہ نہیں وہ ان سے بہت زیادہ فقاہت رکھتی تھیں، کیونکہ فُریعہ کے پاس اس ایک حدیث کے سوا کچھ نہیں ہے، اس کے برعکس فاطمہؓ اپنے علم وقوتِ مناظرہ میں غیر معمولی شہرت کی حامل ہیں۔ ان مناظروں میں وہ ہمیشہ کامیاب رہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی مسئلہ میں مختلف الرائے ہوتے تھے، تو امہاتؓ المؤمنین میں سے کسی کی روایت اگر ان سے بیان کی جاتی تھی تو اسے بے چوں وچرا قبول کر لیتے تھے اور اپنے سابقہ قول سے رجعت کر لیتے تھے۔

امہاتؓ المومنین کو فاطمہؓ بنت قیس پر اس اعتبار سے ضرور فضیلت حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں تھیں ورنہ فاطمہؓ بھی ان خواتین میں تھیں جن کا شمار مہاجرات اُوَل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ ان سے خوش تھے۔ اور ان کی شادی (اصرار کر کے) اسامہؓ بن زید سے کی تھی۔

اگر کوئی شخص فاطمہؓ بنت قیس کی مقدارِ حفظ وعلم کا اندازہ کرنا چاہتا ہے تو اسے وہ طویل ترین حدیث پیش نظر رکھنی چاہئے جو دجال سے متعلق ہے اور جسے فاطمہؓ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے منبر پر جو طویل خطبہ دجال سے متعلق دیا تھا اسے فاطمہؓ بنت قیس نے تمام وکمال یاد رکھا اور اسی طرح بیان کر دیا جس طرح سنا تھا۔ اور طول وغرابت کے باوجود کسی نے فاطمہؓ کی روایت پر اعتراض نہیں کیا۔

پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو قصہ انہی کی وجہ سے عالم وجود میں آیا اور جس کا سبب وجود انہی کی ذات ہے، جس کے بارے میں انہوں نے جھگڑا کیا۔ فریاد وکناں دربار رسولؐ میں پہنچیں، اور آپ کا حکم صرف مختصر سے کلموں "لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ" (تین طلاق والی عورت نہ سکنی کی مستحق ہے نہ نفقہ کی) کی صورت میں سنا اور اسے یاد نہ رکھ سکیں کیا یہ ممکن ہے؟..... جب کہ ان کی قوتِ حفظ وأخذ سب کو تسلیم ہے۔

رہا نسیان کا احتمال تو یہ چیز فاطمہؓ میں اور ان کی روایت کا انکار کرنے والوں، دونوں میں مشترک ہے، یہ حضرت عمر ﷺ ہیں جو جنبی کے تیمم والی حدیث بھول گئے تھے۔ حضرت عمارؓ بن یاسر نے یاد دلایا۔

واقعہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں..... عمرؓ اور عمار..... کو جنابت کی صورت میں تیمم کر لینے کا حکم دیا تھا، حضرت عمرؓ بھول گئے، اور اس پر مصر تھے کہ جنبی جب تک پانی نہ پائے اور غسل نہ کر لے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

وہ قرآن مجید کی یہ آیت بھی بھول گئے۔

﴿وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴿٢٠﴾ . (النساء) اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔''

لیکن جب ایک عورت نے انہیں ٹوکا تو یاد آیا اور اپنا قول واپس لیا۔①

اسی طرح حضرت عمرؓ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد بھول گئے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾﴾ . (الزمر) ''اے محمد! تم بھی ایک دن وفات پاؤ گے اور یہ لوگ بھی موت سے ہمکنار ہوں گے۔''②

پھر انہیں یہ آیت یاد دلائی گئی، تب ان کا جوش ٹھنڈا ہوا۔

پس اگر راوی سے نسیان وخطا کا سرزد ہونا، سقوطِ روایت کا موجب ہے تو عمرؓ کی وہ روایت بھی ساقط ہو جائے گی جو فاطمہؓ بنت قیس کی روایت کردہ حدیث کے مقابلہ میں

۱۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب یہ دیکھا کہ لوگ اپنی بیویوں کا مہر زیادہ رقم کا باندھنے لگے ہیں، اور ان کی مالی ذمہ داریوں کو زیادہ وسیع پیمانے پر قبول اور برداشت کرنے کے عادی ہوتے جارہے ہیں تو یہ بات انہیں گراں گزری، اور انہوں نے تجدید کی کوشش کی، جو بات ان کے دل میں آجاتی تھی اس پر عمل بھی کر گزرتے تھے۔ چنانچہ اس معاملہ میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔
حضرت عمرؓ کا دبدبہ اور جلال ایسا تھا کہ ان کے سامنے کسی کی مجال دم زدن نہ تھی۔ چنانچہ ان کے اس ارشاد پر احتجاج واختلاف کی کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔...... لیکن ایک مرتبہ ایک عورت نے برسر منبر انہیں ٹوک دیا اور کہا: ''قرآن میں قنطار (بے شمار مال وزر) تک بیوی کو دے دینے کی اجازت آئی ہے، تم منع کرنے والے کون؟'' ایک کمزور عورت کی یہ آواز سن کر حضرت عمر لرز گئے انہیں اپنی غلطی پر تنبّہ ہوا، اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ پھر اس مسئلہ پر کچھ نہیں کہا۔

۲۔ تاریخ اسلام کا یہ واقعہ بھی عجیب وغریب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت عمرؓ جیسا سخت شخص ہوش وحواس کھو بیٹھا، انہوں نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا: ''جس نے بھی یہ کہا کہ آپ نے وفات پائی ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا''۔
آپؐ کے اس حادثۂ وفات کا حضرت عمرؓ کے دل ودماغ پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ مذکورہ آیت قرآنی، اور دوسری قرآنی آیات، جن کی بارہا انہوں نے تلاوت کی تھی، سنا تھا، دہرایا تھا اور جن میں آپؐ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ بھی ایک روز اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ یکسر فراموش کر بیٹھے اور شدتِ الم اور شدتِ تاثر کے باعث ہر اس شخص کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے...... لیکن جب یہ آیت سنائی گئی تو ان کے حواس بجا ہوئے۔ ان کا جوش وتاثر ختم ہو گیا اور انہوں نے اعتراف فرمایا...... ''گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے''۔
غرض بھول چوک تقاضائے بشریت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بطور عارض کے پیش کی جاتی ہے کیونکہ بھول چوک تو حضرت عمرؓ سے بھی ہوئی تھی۔

غرض ہمیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی ثقہ اور عادل راوی کی روایت قبول کرنے کی شرط یہ رکھی گئی ہو کہ جب تک دو گواہ شہادت دے کر اس کی تائید وتصدیق نہ کر دیں وہ قبول نہیں کی جائے گی خاص طور پر جب کہ راوی کوئی صحابیؓ ہو..... اور حضرت فاطمہؓ بنت قیس جلیل القدر صحابیہ تھیں۔

۲- کیا فاطمہؓ کی روایت مخالفِ قرآن ہے؟

اب ہم دوسرے اعتراض پر گفتگو اور بحث کریں گے یعنی یہ کہ فاطمہؓ بنت قیس کی روایت قرآن کریم کی مخالف ہے۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی یہ حدیث نہ صرف کتاب اللہ کی مخالف نہیں بلکہ اس کے موافق ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کتاب اللہ سے تین طور پر منطبق ہے۔

۱- یا تو یہ عام کی تخصیص ہے۔

۲- یہ اجمال کا بیان ہے۔

۳- یہ بیان ہے سیاق وتعطیل وتنبیہ کا۔

اور یہی صورت زیادہ صحیح ہے۔ پس یہ کتاب اللہ کے موافق ہے نہ کہ اس کے خلاف۔ اپنے حکم کے اعتبار سے نہ غلط ہے، معاذ اللہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا فیصلہ صادر فرمائیں جو کتاب اللہ کے خلاف اور منافی ہو، یا اس سے معارض ہو؟

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ تبسم کناں فرمایا کرتے تھے: ''کتاب اللہ میں تین طلاق والی عورت کے لیے سکنی اور نفقہ کا حکم کہاں ہے؟''

اور امام احمدؒ سے بھی پہلے اپنے وقت کی فقیہہ فاضلہ فاطمہؓ بنت قیس قول عمرؓ ماننے سے انکار کر چکی تھیں، انہوں نے فرمایا تھا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے اور تمہارے مابین کتاب اللہ موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم نہیں جانتے شاید اللہ کوئی صورت رجعت کی پیدا کر دے!''۔ ﴿لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ لیکن تین طلاق کے بعد (جب نہ رجعت ممکن ہے نہ تجدید نکاح) کیا صورت پیدا ہوسکتی ہے؟ بلکہ ﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ﴾ سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ یہ آیاتِ کریمہ طلاقِ رجعی سے متعلق ہیں۔

۳۔ ایک بودی اور ناقابلِ قبول تاویل:

اب تیسرے اعتراض کو لیجئے، یعنی حضرت فاطمہؓ بنت قیس، تین طلاق کے بعد اپنے شوہر کے گھر سے محض اپنی زبان کی سختی اور درشتی کے باعث نکلیں۔

لیکن یہ تاویل کتنی بودی اور کمزور ہے جو خاتون چوٹی کے صحابہؓ میں شامل ہو جس کے علم و فضل اور دانش و تفقُّہ کا سب کو اعتراف ہو، جو مہاجرین اولین کے گروہ میں شامل ہو، جو دین اور تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز اور یگانہ ہو، وہ اتنی تیز زبان ہوسکتی ہے کہ اس کی تیز زبان اسے اپنے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دے؟ اور اس کا وہ حق سوخت ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے؟

پھر کتنی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تیز زبانی پر انہیں کبھی نہیں ٹوکا، نہ ان سے یہ فرمایا کہ اللہ سے ڈرو، اور اپنی زبان قابو میں رکھو اور اپنے شوہر کے قرابت داروں اور عزیزوں کو اپنی زبان سے تکلیف نہ پہنچاؤ، اور اپنے گھر میں ٹھہری رہو، اور اس سب کے بجائے آپؐ نے یہ کیسے فرما دیا کہ:

''تمہیں اپنے شوہر سے نہ نفقہ لینے کا حق ہے، نہ سکنیٰ کا مطالبہ کرنے کا، کیونکہ سکنیٰ اور نفقہ اس عورت کا حق ہے جس کے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہو۔''

۴۔ کیا فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث اور روایتِ عمرؓ میں تعارُض ہے:

اب چوتھے اعتراض پر ہم بحث و گفتگو کریں گے، یعنی فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کی روایت میں تعارض کا مسئلہ..... یہ تعارض دو صورتوں سے نمودار ہو سکتا ہے۔

ایک حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک نہیں کر سکتے۔

دوسرا حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تین طلاق والی عورت کو سکنیٰ اور نفقہ کا حق حاصل ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وَنَحْنُ نَقُوْلُ: "قَدْ أَعَاذَ اللهُ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ الْبَاطِلِ الَّذِيْ لَا يَصِحُّ عَنْهُ أَبَدًا". قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: "لَا يَصِحُّ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ". وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ الدَّارَقُطْنِيُّ: "بَلِ السُّنَّةُ بِيَدِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَطْعًا، وَمَنْ لَهُ إِلْمَامٌ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَشْهَدُ شَهَادَةَ اللهِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عِنْدَ عُمَرَ ﷺ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنَّ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا، السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ، وَعُمَرُ كَانَ أَتْقَى اللهِ وَأَحْرَصَ عَلٰى تَبْلِيْغِ سُنَنِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ السُّنَّةُ عِنْدَهُ ثُمَّ لَا يَرْوِيْهَا أَصْلًا وَلَا يُبَيِّنُهَا وَلَا يُبَلِّغُهَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ" (زاد المعاد ۵/۵۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ اس کلام باطل کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ کبھی بھی نہیں!

امام احمد فرماتے ہیں: "اس قول کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف صحیح نہیں ہے"۔

ابوالحسن دارقطنی کا قول ہے: "قطعی طور پر سنت رسولؐ فاطمہؓ بنت قیس کے ہاتھ میں ہے"۔

حضرت عمرؓ کے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں تھی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ تین طلاق والی عورت بھی نفقہ اور سکنیٰ کی حق دار ہے، حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور تبلیغ سنت رسول اللہ ﷺ پر حریص تھے، وہ کس طرح اس حدیث صحیح سے انکار کر سکتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی حضرت عمرؓ سے ابراہیم کی یہ روایت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ فاطمہؓ سے کہہ رہے تھے کہ سکنی اور نفقہ ان کا حق ہے۔ یہ عمر رضی اللہ عنہ پر کذبِ صریح ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ پر بھی کذبِ صریح ہے۔ اور کسی انسان کے لیے یہ ہرگز زیبا اور مناسب نہیں ہے کہ تعصب اور انتصارِ مذہب وغیرہ کے جوش اور حمایت میں رسول اللہ ﷺ کی سنتِ صریحہ وصحیحہ کے مقابلہ میں کذبِ خالص اور دروغ محض سے کام لینے کی جرأت کرے۔

اور اگر حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ جھوٹ سچ ہوتا تو حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی زبان گونگی ہو جاتی نہ وہ مناظرے کے لیے بلائی جاتیں، نہ ان کی کوئی بات سنتا اور نہ اس دعوے کی ضرورت تھی کہ وہ اپنی تیز زبانی کے باعث شوہر کے گھر سے نکلنے پر مجبور ہوئیں۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔

تین طلاق والی عورت کے نفقہ اور سکنی کی حدیث ائمۂ حدیث، مصنفینِ سُنَن واحکام اور منتصرینِ سنتِ نبویہ کی نظر سے کیوں پوشیدہ رہی؟

ایک راویٔ حدیث پر جرح:

اس حدیث کے اصل راوی ابراہیم ہیں جو حضرت عمرؓ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے۔ اس صورت میں اگر انتہائی حسن ظن سے کام لیا جائے تو بھی زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے یہ ہے کہ ابراہیم تک حضرت عمرؓ کا جو قول پہنچا اور جس کی انہوں نے روایت کی وہ باللفظ نہیں بلکہ بامعنی تھا اور غلط فہمی کے باعث روایت یوں کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق والی عورت کے لیے نفقہ اور سکنی کا حکم دیا تھا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لیکن جہاں تک مرد کا تعلق ہے وہ اگر صالح ہو سکتا ہے تو مُغفّل بھی ہو سکتا ہے اور کسی صورت میں وہ پورے طور پر حفظِ حدیث اور روایت کا تحمل نہیں کر سکتا۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میمون بن مہران اور سعید بن المسیب کا مناظرہ:

اس مسئلہ پر میمون بن مہران اور سعید بن المسیب کے مابین مناظرہ بھی ہوا۔

حضرت میمون نے فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث بیان کی جس پر حضرت سعید نے کہا ''اس عورت نے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔''

یہ سن کر میمون نے فرمایا:

''انہوں نے تو وہی چیز بیان کی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور اس کے بعد لوگ کس طرح فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے''۔ (زاد المعاد ۵/۵۴۰)

تمام فقہاء، حدیث فاطمہؓ سے استدلال کرتے ہیں:

فقہاء رحمہم اللہ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث سے حجت اور دلیل نہ لایا ہو۔ بعض احکام میں اس سے مالکؒ، شافعیؒ اور جمہور امت نے حجت اور دلیل قبول کی ہے، چنانچہ یہ سب سقوطِ نفقہ مبتوتہ کے قائل ہیں۔

اس حدیث کی بنیاد پر امام شافعیؒ نے بیک وقت تین طلاقوں کا جواز تسلیم کیا ہے، کیونکہ فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تھا کہ: ''ابوعمرو بن حفص نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں''۔

اور اسی حدیث کی بنا پر بعض لوگ یہ بھی جائز رکھتے ہیں کہ عورت (اتفاقاً یا حسب ضرورت) مردوں پر نظر ڈال سکتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے پیام کے باوجود کسی عورت کو نکاح کا پیام دے سکتا ہے اگر اس نے پہلا پیام نکاح قبول نہ کیا ہو۔

یہ بات بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی آدمی میں کوئی خامی کی بات ہو تو دوسرے کو اس سے بطور نصیحت اور مشورہ کے مطلع کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس کے ساتھ شادی مناسب ہے یا نہیں؟ معاملت درست ہے یا نہیں؟ سفر بہتر ہے یا نہیں؟ (جیسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فاطمہ بنت قیس کو نصیحت فرمائی کہ معاویہ کے پاس کوئی پونجی نہیں، ابوجہم عورتوں کو مارتا پیٹتا ہے۔ اسامہ بن زید زیادہ بہتر ہے اس سے نکاح کرلو، اس میں بھلائی ہے۔) اس طرح کی باتوں کا شمار غیبت میں نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے یہ دلیل بھی لائی جاسکتی ہے کہ قرشیہ عورت کا نکاح غیر قرشی مرد سے جائز ہے۔

یہ دلیل بھی اس حدیث سے ملتی ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی غیر موجود ہو تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے موجودگی اور مواجہت شرط نہیں ہے۔

صدقِ حدیث اور برکت روایت کا نتیجہ:

یہ تمام احکام جو اوپر مذکور ہوئے، نتیجہ ہیں اسی صدقِ حدیث اور اس کی برکت روایت کا اس حدیث سے امت نے احکام و مسائل کا استنباط کیا، اور ان پر عمل کیا، پھر یہ کیا بات ہوئی کہ ان احکام مستنبطہ میں سے ایک حکم کو رد کر دیا جائے، باقی قبول کر لیے جائیں۔ اگر یہ بات مانی جاتی ہے کہ ان کا حافظہ کمزور تھا تو پھر ان کی کوئی روایت کردہ کوئی حدیث اور بیان کردہ کوئی حکم قبول نہیں کرنا چاہئے..... حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (زاد المعاد ۵/۵۴۰)

پانچواں اعتراض:

مروان کے زمانہ حکومت میں جب مطلقہ مبتوتہ کے متعلق ایک نزاع چل پڑی تھی حضرت عائشہؓ نے فاطمہؓ بنت قیس کی روایت پر سخت اعتراضات کئے تھے اور مروان نے بھی اس روایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فاطمہؓ بنت قیس پر تنقید کی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ نے فاطمہؓ بنت قیس کی روایت پر اعتراضات تو ضرور کئے تھے مگر اس کے خلاف انہوں نے کوئی حدیث پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ان کی تنقید ناراضگی کا سبب ان کی یہ غلط فہمی تھی کہ فاطمہؓ بنت قیس جس مکان میں رہ رہی تھیں وہ ایک خالی مکان تھا جہاں کوئی مونس نہ تھا اس لیے ان کی سلامتی کی خاطر آپؐ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو گھر بدل دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ کیونکہ نسائی میں جو روایت ان سے نقل کی گئی ہے اس میں عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بھی مطلقہ مبتوتہ کے لیے نفقہ اور سکونت نہیں ہے اس حدیث سے وہ تاویل بھی غلط ہو جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان کا گھر سے نکلنا دراصل ان کی زبان درازی کی وجہ سے تھا۔

باقی رہی مروان کی تنقید تو اس کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ اَجِلّہ صحابہؓ پر تنقید کرے۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا مقام ان کی تنقید و انکار سے بالاتر ہے۔

چھٹا اعتراض:

ان خاتون کا نکاح بعد میں حضرت اسامہؓ بن زید سے ہوا تھا، اور محمد بن اسامہ کہتے ہیں کہ جب کبھی فاطمہؓ اس حدیث کا ذکر کرتیں تو میرے والد جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی اٹھا کر ان پر دے مارتے تھے۔ (بصاص) ظاہر ہے کہ حضرت اسامہؓ کے علم میں سنت اس کے خلاف نہ ہوتی تو وہ اس حدیث کی روایت پر اتنی ناراضگی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس کوفہ کی مسجد میں بیٹھا تھا وہاں شعبیؒ نے فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث کا ذکر کیا اس پر حضرت اسودؒ نے شعبیؒ کو کنکریاں کھینچ ماریں اور حوالہ دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسے رد کر دیا تھا۔ (بصاص)

تو ہم عرض کریں گے کہ حضرت اسامہ اور اسود بن یزید کے پاس کوئی سنت نہیں تھی وگرنہ وہ مارنے کے بجائے سنت پیش کرتے اور دلائل سے سمجھانے کی کوشش کرتے جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ سنت حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے پاس ہی ہے۔ مسائل ہمیشہ دلائل سے ثابت کئے جاتے ہیں غصہ، ناراضگی اور مارنے پیٹنے سے نہ مسائل ثابت ہوتے ہیں نہ کسی کو قائل کیا جا سکتا ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ نماز میں کسی متبع سنت نے بلند آواز سے آمین کہہ دی تو لوگوں نے اسے مارا پیٹا اور مسجد سے نکال دیا تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ بلند آواز سے آمین کہنا سنت نہیں ہے؟ ہرگز نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانی مسئلہ ہذا میں ائمہ کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وَأَرْجَحُ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ الْأَوَّلُ''. (نیل الاوطار ۶ ۳۴۰)

''ان مذکورہ اقوال میں سے پہلا قول زیادہ راجح ہے۔''

علامہ امیر یمانیؒ حدیث فاطمہؓ پر کئے گئے اعتراضات کا رد کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''وَلَا يَخْفٰى ضُعْفُ هٰذِهِ الْمَطَاعِنِ فِي رَدِّ الْحَدِيْثِ فَالْحَقُّ مَا أَفَادَهُ الْحَدِيْثُ وَقَدْ أَطَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي ذٰلِكَ فِي الْهَدْيِ النَّبَوِيِّ نَاصِرًا لِلْعَمَلِ بِحَدِيْثِ فَاطِمَةَ''. (سبل السلام ۳ ۱۹۹)

''حدیث فاطمہؓ کا انکار کرنے کے لیے اس پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا ضعف کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس لیے حق و سچ بات وہی ہے جو حدیث فاطمہؓ سے ثابت ہے۔

قانونِ عدت کی ابتداء:

عدت کا قانون اس وقت نازل ہوا تھا جب ایک صحابیہ اسماءؓ بنت یزید بن السکن انصاریہ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

''أَنَّهَا طُلِّقَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُطَلَّقَةِ عِدَّةٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْعِدَّةَ لِلطَّلَاقِ فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ نَزَلَ فِيْهَا الْعِدَّةُ لِلطَّلَاقِ''. (ابوداود ۱ ۳۱۸)

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان کو طلاق ہوگئی تھی۔ اور اس وقت تک مطلقہ عورت کے لیے عدت کا کوئی حکم نہیں آیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی وہ آیات نازل فرمائیں جن میں طلاق والی عورتوں کی عدت کا بیان ہے، تو یہ اسماء بنت یزید وہ پہلی طلاق یافتہ خاتون ہیں جن کے بارے میں طلاق کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدت کا حکم نازل ہوا''۔

اس حدیث میں عدت سے متعلق جس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے وہ بظاہر سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾، اس آیت میں ان مطلقہ عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے جن کو ایام ہوتے ہیں...... اور جن کو صِغر سنی یا کبر سنی کی وجہ سے ایام نہ ہوتے ہوں یا ان کو حمل ہو تو ان کی عدت سورۂ طلاق کی آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔

عدتِ وفات:

شریعتِ اسلام میں جس طرح مطلقہ عورت کے لیے عدت کا حکم ہے اسی طرح اس بیوہ عورت کے لیے بھی عدت کا حکم ہے جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو، اس عدت کا حکم بھی قرآن مجید میں صراحةً بیان فرمایا گیا ہے ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴿٢٣٤﴾﴾. (البقرة)

''تم میں سے جن لوگوں کا انتقال ہو جائے اور وہ بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے کو روکے رکھیں گی چار مہینے دس دن۔''

یہ عدت ان بیوہ عورتوں کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہوں اور جو حمل کی حالت میں ہوں ان کی عدت کا بیان اس آیت میں آیا ہے:

﴿وَأُولٰتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴿٤﴾﴾. (الطلاق)

''اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔''

شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ نے حدیث فاطمہؓ کی تائید میں لمبی اور عمدہ بحث کی ہے۔

اور دونوں آیتوں کی روشنی میں ''متوفی عنہا زوجہا غیر حاملہ'' کی عدت متعین ہے یعنی چار مہینے دس دن اور حاملہ غیر متوفی عنہا زوجہا کی عدت بھی متعین ہے یعنی وضع حمل،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ ایک صورت میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے یعنی ''حاملہ متوفی عنہا زوجہا'' کی صورت میں، پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی عدت چار مہینے دس دن ہو جبکہ دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہو۔

چنانچہ حضرات صحابہ کرام میں ''حاملہ متوفی عنہا زوجہا'' کی عدت کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مسلک یہ ہے کہ وضع حمل اور چار مہینے دس دن دونوں کا پایا جانا ضروری ہے جیسا کہ احوط بھی یہی ہے۔ اس مسلک کو یوں بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ ایسی عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے، شروع میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک بھی یہی تھا۔ اس صورت میں تعارض کو گویا تطبیق کے طریق سے ختم کیا گیا ہے۔

جبکہ جمہور صحابۂ کرام اور ائمہ اربعہ کے نزدیک ایسی عورت کی عدت متعین طور پر وضع حمل ہے، مذکورہ حدیث باب سے جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، اس روایت پر اگرچہ انقطاع کا اعتراض ہے لیکن اسی باب کی دوسری روایت سے بھی جمہور کا مسلک ثابت ہوتا ہے، سلیمان بن یسار فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا سَلَمَةَ ابْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، تَذَاكَرُوا الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا الْحَامِلُ تَضَعُ عِنْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "تَعْتَدُّ آخِرَ الْأَجَلَيْنِ". وَقَالَ أَبُوسَلَمَةَ: "بَلْ تَحِلُّ حِيْنَ تَضَعُ". وَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: "أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِيْ، يَعْنِيْ أَبَا سَلَمَةَ". فَأَرْسَلُوا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اس عورت کے بارے میں تذکرہ کیا جس کا خاوند دورانِ حمل فوت ہو جاتا ہے وہ کتنی عدت گزارے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''دو عدتوں میں سے آخری عدت (عام عورتوں والی) گزارے''۔ حضرت ابوسلمہؓ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ وہ وضع حمل سے حلال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَوجِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: "قَدْ وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ الأَسْلَمِيَّةُ بَعدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِيَسِيرٍ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ".

(ترمذی ۴۹۹/۳)

ہو جائے گی"۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ: "اس مسئلہ میں میں اپنے بھتیجے ابوسلمہ کے ساتھ ہوں"۔ پھر انہوں نے کسی شخص کو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا، انہوں نے جواب میں فرمایا: "سبیعہ اسلمیہ نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد چند دن بعد بچہ جنا تھا، رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں فتوی دریافت کیا گیا تو آپؐ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی"۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت سننے کے بعد جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ دوسری آیت یعنی ﴿أُولَاتُ الأَحْمَالِ﴾ پہلی آیت یعنی ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ﴾ کے لیے متعارض صورت میں ناسخ ہے جبکہ دو صورتوں میں تو کوئی تعارض ہی نہیں۔ جن حضرات نے ابعد الاجلین کا قول اختیار کیا اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان کو سُبیعہ اسلمیہ والی روایت نہ پہنچی تھی اور ابعد الاجلین کو اختیار کرنے میں احتیاط تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کو یہ علم نہ تھا کہ کونسی آیت نزول کے اعتبار سے مقدم ہو کر منسوخ ہے اور کونسی آیت مؤخر ہو کر ناسخ ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ أَنَّ سُورَةَ النِّسَاءِ الْقُصْرَى (سُورَةُ الطَّلَاقِ) نَزَلَتْ بَعْدَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ". نیز حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "لَوْ وَضَعَتْ وَزَوْجُهَا عَلَى سَرِيرِهِ لَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَيَحِلُّ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

زمانۂ عدت میں عورت کا گھر سے نکلنا:

رسول اللہ ﷺ نے بیوہ عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے جہاں اس کی وفات ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت فریعہؓ بنت مالک سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں انہوں نے اپنے میکے بنی خدرہ واپس جانے کی اجازت چاہی۔ ان کے شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلے، راستے میں دشمن کے ہاتھ پڑ گئے جنہوں نے انہیں قتل کر ڈالا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہنا چاہتی ہوں کیونکہ میرے شوہر نے کوئی ایسا مکان نہیں چھوڑا ہے جس کے وہ مالک ہوتے نہ نفقہ کا کوئی بندوبست کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ یہ سن کر میں واپس چلی ابھی حجرۂ نبوی یا مسجد میں ہی تھی کہ آپؐ نے مجھے واپس بلایا اور پوچھا تم کیا کہہ رہی تھیں؟ میں نے وہ ماجرا پھر سے کہہ سنایا آپؐ نے فرمایا اپنے گھر میں بیٹھو جب تک عدت پوری نہ ہو جائے۔ چنانچہ میں نے چار مہینے دس دن عدت وہاں ہی گزاری۔

وہ فرماتی ہیں جب حضرت عثمان کا عہد خلافت شروع ہوا تو انہوں نے میرے پاس ایک آدمی بھیج کر میرا قصہ دریافت فرمایا میں نے پوری پوری بات بتا دی انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ (ابوداود ۱/ ۳۳۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

میری خالہ کو تین طلاقیں ہو گئیں۔ اور دورانِ عدت ایک دن انہوں نے ارادہ کیا کہ گھر سے باہر جا کر کھجوریں اتار لائیں۔ تو ایک شخص نے انہیں گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جاؤ اپنے درختوں سے کھجوریں اتار لاؤ کیونکہ شاید تم وہ کھجوریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو یا ان کے ذریعہ احسان کرو۔ (صحیح مسلم ۱۰۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت دورانِ عدت کسی ضروری کام کے لیے باہر جا سکتی ہے۔ لیکن ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آ جائے اور رات کا قیام تبدیل نہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح وہ عورتیں جو ملازم پیشہ ہیں، وہ اپنی ڈیوٹی پر جا سکتی ہیں، ڈیوٹی سے فارغ ہو کر فوراً گھر واپس آ جائیں۔ اسی طرح اگر وہ کسی دوسرے شہر میں ملازمت رکھتی ہیں تو وہاں بھی جا سکتی ہیں۔

فقہاء کا اختلاف:

اب فقہاء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا اس زمانے میں عورت گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابن مسعودؓ، ام سلمہؓ، سعید بن مسیبؒ، ابراہیم نخعیؒ، محمد بن سیرینؒ اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ زمانہ عدت میں عورت کو اسی گھر میں رہنا چاہئے جہاں اس کے شوہر نے وفات پائی ہو دن کے وقت کسی ضرورت سے وہ باہر جا سکتی ہے مگر قیام اس کا اسی گھر میں ہونا چاہئے اس کے برعکس حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، جابر بن عبداللہؓ، عطاءؒ، طاؤسؒ، حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور تمام اہل الظاہر اس بات کے قائل ہیں کہ عورت اپنی عدت کا زمانہ جہاں چاہے گزار سکتی ہے، اور اس زمانہ میں سفر بھی کر سکتی ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں آیا ہے۔

فَقَدْ كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا بِالْخُرُوجِ فِي عِدَّتِهَا وَخَرَجَتْ بِأُخْتِهَا أُمِّ كُلْثُومٍ حِينَ قُتِلَ عَنْهَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ إِلَى مَكَّةَ فِي عُمْرَةٍ.

بیوہ، زمانہ عدت میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، وہ اس کا فتویٰ دیا کرتی تھی بلکہ خود بھی اپنی بہن ام کلثوم کو اپنے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ لے گئیں جب ان کے شوہر طلحہ بن عبیداللہ قتل ہوئے۔

(فقه السنة ۲/ ۳۳۵، زاد المعاد ۵/ ۲۸۱)

اسی طرح حضرت طاؤسؒ اور عطاء سے بھی منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْـمَبْتُـوْتَةُ وَالْمُتَوَفّٰی عَنْهَا تَحُجَّانِ وَتَعْتَمِرَانِ. (زاد المعاد ۵/۶۸۲)

مبتوتہ اور بیوہ عورتیں حج وعمرہ کر سکتی ہیں۔

مذکورہ دونوں مسلکوں میں سے پہلا مسلک ہمارے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ زیادہ احادیث صحیحہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ ملازمت پیشہ عورتیں یا وہ جن کی حج کی درخواستیں نکل آئی ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں وہ حج کے لیے جا سکتی ہیں۔

احکامِ سوگ

عدت وفات میں سوگ کا بھی حکم ہے، یعنی بیوہ ہو جانے والی عورت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ عدت کی پوری مدت میں سوگ منائے جو چیزیں زینت اور سنگھار کے لیے استعمال ہوتی ہیں وہ اس مدت میں بالکل استعمال نہ کرے، الغرض اس پوری مدت میں اس طرح رہے کہ اس کی شکل وصورت اور لباس وہیئت سے اس کی بیوگی اور غمزدگی ظاہر ہو، اور دوسروں کو بھی اس کی ظاہری حالت سے محسوس ہو کہ شوہر کے انتقال کا اس کو ویسا ہی رنج وصدمہ ہے، جیسا کہ ایک شریف وپاکدامن بیوی کو ہونا چاہئے۔..... لیکن یہ حکم صرف مدتِ عدت کے لیے ہے۔ عدت کے ایام ختم ہو جانے کے بعد اس کو ختم ہو جانا چاہئے۔..... شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی عورت بیوہ ہو جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے سوگ کا طریقہ اختیار کرلے۔

شوہر کے علاوہ کسی دوسرے اپنے عزیز قریب مثلاً باپ، بھائی وغیرہ کے انتقال پر اگر کوئی عورت اپنا دلی صدمہ اور تاثر، سوگ کی شکل میں ظاہر کرے تو صرف تین دن تک کی اجازت ہے اس سے زیادہ منع ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ

”کسی ایمان والی عورت کے لیے جائز نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا". (صحیح البخاری ۱۰۰/۲۳)

ہے کہ وہ کسی مرنے والے عزیز قریب کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے، اس کے انتقال پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم ہے۔"

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ". (ابو داود ۳۲۲/۱)

"جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، وہ کُسم کے رنگے ہوئے اور اسی طرح سرخ، گیروے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، نہ زیورات پہنے، نہ خضاب (مہندی وغیرہ) کا استعمال کرے نہ سرمہ لگائے۔"

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو خواتین زیب وزینت کے لیے کپڑے رنگتی تھیں وہ زیادہ تر یہی دو چیزیں استعمال کرتی تھیں، کُسم یا خاص قسم کا لال گیرو، اس لیے آپؐ نے ان کا خاص طور سے ذکر فرمایا، ورنہ ان دو چیزوں کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ ایسے رنگین اور شوخ کپڑے استعمال نہ کئے جائیں جو زیب وزینت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ...... اسی طرح زیورات اور سرمۂ مہندی جیسی چیزیں بھی استعمال نہ کی جائیں جو زینت اور سنگھار کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ زمانۂ عدت میں سوگ کے ان احکام کا مقصد یہی ہے کہ شوہر کے انتقال کا بیوی کو جو رنج وصدمہ ہو اس کا اثر دل اور باطن کی طرح ظاہر یعنی جسم اور لباس میں بھی ہو یہ جوہرِ نسوانیت کا فطری تقاضا ہے اور اسی میں نسوانیت کا شرف ہے۔

اِحداد کا لُغوی معنیٰ:

سوگ کے لیے عربی کا لفظ اِحداد ہے اس کا لغوی معنیٰ روکنا ہے، چونکہ احداد بیوہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کی صفت ہے، اس لیے احداد (سوگ) اس کو بہت سے ایسے امور سے روکتا ہے جو اس سے پہلے اس کے لیے مباح تھے، القاموس المحیط میں ہے۔

اَلْحَادُّ وَالْمُحِدُّ تَارِكَةُ الزِّيْنَةِ. زینت ترک کرنے والی عورت کو حاد اور محد کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط ۱/۲۹۶)

اور دربان کو بھی حَدّاد اسی بنا پر کہتے ہیں کہ وہ اندر آنے سے لوگوں کو روکتا ہے اور سزا دینے کو بھی حَد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ معصیت سے روکتی ہے اور اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ دونوں سے آتا ہے۔ مثلاً حَدَّ يَحِدُّ حَدًّا وَحِدَاداً بروزن فَرَّ يَفِرُّ فَرًّا وَفِرَاراً وحَدَّ يَحُدُّ حَدًّا وَحِدَاداً بروزن مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا وَمِدَاداً اور باب اِفعال سے بھی مستعمل ہے۔ أَحَدَّ يُحِدُّ إِحْدَاداً۔ (فتح الباری ۱۰/۶۰۸)

اِصطلاحی معنیٰ:

بیوہ ہو جانے والی عورت کا عدت کی پوری مدت میں ایسی چیزوں سے اجتناب کرنا جو زینت اور سنگھار کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً رنگین اور شوخ کپڑے، زیورات، سرمہ، مہندی، اور خوشبو کا استعمال اور بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نکلنا۔

احداد کا لغوی معنی عام اور اصطلاحی معنی خاص ہے، اور ان دونوں کے درمیان نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے۔

بیوہ کے لیے سوگ واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔ یہ مسلک تمام فقہاء محدثین اور صحابہؓ وتابعین کا ہے اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

۱- زینبؓ بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ:

میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی جب ان کے والد ابوسفیان کی وفات ہوئی تھی، ام حبیبہؓ نے خوشبو منگوائی، ایک جاریہ نے وہ ان کے لگائی، پھر ان کے دونوں رخسار پر اسے لگایا حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خدا کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو برسر منبر فرماتے سنا ہے، کہ آپؐ فرمارہے تھے جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے سوائے شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے''۔ (صحیح البخاری ۵/ ۲۰۴۷)

- زینب کہتی ہیں کہ:

میں زینبؓ بنت جحش کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوئی جب ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا، انہوں نے خوشبو منگائی، اور اسے لگایا، پھر فرمایا: ''اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے آپؐ برسر منبر فرمارہے تھے، کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں ہے کہ میت کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے، سوائے شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے''۔ (صحیح البخاری ۵/ ۲۰۴۷)

- حضرت زینب فرماتی ہیں میں نے اپنی والدہ ام سلمہؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ میری بیٹی بیوہ ہوگئی ہے، وہ مرضِ چشم میں مبتلا ہے۔ کیا وہ سرمہ لگا سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں ..... نہ ایک مرتبہ نہ دو مرتبہ نہ تین مرتبہ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''شوہر کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے''۔ (صحیح البخاری ۵/ ۲۰۴۲)

توں کے بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کا جواز اور اس کی شرائط:

مذکورہ روایات میں سے پہلی روایت کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ اگر تطیّب یا ت کے لیے کوئی چیز رخساروں پر لگائی جائے تو جائز ہے قرآن وسنت کے مجموعی دلائل یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند شرائط کے ساتھ ہر قسم کا بناؤ سنگھار اور زیب وزینت عورت لیے جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) نامحرم کے لیے نہ ہو، (۲) تغیر خلق اللہ نہ ہو یعنی ایسی زینت اور بناؤ سنگھار نہ ہو جو اصل حلیہ بگاڑ کر رکھ دے۔ (۳) تشبہ بالکفار نہ ہو، (۴) تشبہ بالرجال نہ ہو، (۵) بے جا اسراف نہ ہو، (۶) فخر ومباہات کے لیے نہ ہو، (۷) حلال مال سے ہو، (۸) کسی اور جہت سے اس میں ممانعت نہ ہو مثلاً بجنے والا زیور نہ ہو اور لوہے کا زیور نہ ہو۔

سوگ کا حکم:

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے سوا کسی کے لیے تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں البتہ بیوی شوہر کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ منائے گی جو واجب ہے۔

پھر اس سوگ کے بارے میں اختلاف ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سوگ ہر معتدۃ الوفات پر واجب ہے، خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صغیرہ اور کتابیہ پر سوگ واجب نہیں۔ ابوثور اور بعض مالکیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ نیز امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اَمَہ منکوحہ اور مجنونہ پر بھی سوگ واجب نہیں جبکہ جمہور کے نزدیک واجب ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۱۱۲)

ایک اِشکال کا حل:

مندرجہ ذیل حدیث "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا" سے جو وجوب احداد (سوگ) پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں استثناء عدم حِل سے ہے۔ جو محض حِلت اور جواز پر دال ہے۔ لہٰذا اس سے وجوب اِحداد پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

شُرّاحِ حدیث نے اس اشکال کے جو جوابات دیئے ہیں ان پر قلب مطمئن نہیں ہوتا اور اس عاجز کے نزدیک اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ اس مقام پر استثناء "إثبات حِل" کے لیے ہے اور حل کے دو معنی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عدمِ حرمت جو ایک عام معنی ہیں۔ جو وجوب کو بھی شامل ہے، دوسرے عدمِ حرمت اور عدمِ وجوب جو ایک خاص معنی ہیں۔

اور حدیثِ باب میں دونوں معنی ممکن ہیں لیکن ہمارے نزدیک پہلے معنی جو وجوب کو بھی شامل ہیں متعدد دلائل کی بنا پر راجح ہے۔

۱۔ مسلم میں یحییٰ بن سعید کے طریق سے حضرت حفصہؓ کی روایت میں استثناءِ زوج کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں "فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" یہ الفاظ اگرچہ اخبار کے ہیں لیکن اخبار بھی انشاء کے معنی میں ہو کر وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔

۲۔ مسلم ہی میں حضرت حفصہؓ کی روایت ام عطیہ سے آئی ہے۔

قَالَتْ: "كُنَّا نُنْهَى أَن نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا وَقَدْ رُخِّصَ لِلْمَرْأَةِ فِي طُهْرِهَا إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَّحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِّنْ قُسْطٍ وَّأَظْفَارٍ".

"فرماتی ہیں ہمیں منع کیا جاتا تھا کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائیں سوائے خاوند کے جو چار ماہ دس دن ہے اس دوران نہ سرمہ لگائیں نہ خوشبو استعمال کریں اور نہ رنگین کپڑا پہنیں البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے"۔

(صحیح مسلم ۱۰/۱۱۸)

اس روایت میں رخصت: تحریم کے مقابلہ میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اکتحال وغیرہ ناجائز ہے اور ترک زینت واجب ہے۔

۳۔ مسلم ہی میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں متوفی عنہا زوجہا کے لیے اکتحال کی اجازت طلب کرنے اور آپؐ کے اجازت نہ دینے کا ذکر ہے جو احداد کے وجوب پر دال ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا تمام تفصیل متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں تھی، جہاں تک مطلقہ کا تعلق ہے سو رجعیہ کے بارے میں تو ترکِ حداد متفق علیہ ہے البتہ مبتوتہ یعنی مطلقہ بائنہ یا مغلظہ کے بارے میں اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اس پر بھی حداد واجب ہے، ابوثورؒ، ابوعبیدؒ اور حکمؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

جبکہ جمہور کے نزدیک اس پر سوگ واجب نہیں، اس لیے کہ شوہر نے اس کو طلاق دیکر وحشت زدہ کر دیا۔ فلا تأسف علیہ.

لت عُذر میں معتدہ کے لیے سرمہ وغیرہ لگانے کا حکم:

اس روایت سے استدلال کر کے ظاہریہ کہتے ہیں کہ معتدہ کے لیے سرمہ وغیرہ لگانا جائز نہیں اگرچہ آنکھوں میں کوئی تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔

جبکہ جمہور کے نزدیک بغیر عذر کے سرمہ لگانا اگرچہ جائز نہیں لیکن عذر کی صورت میں عورت کو سرمہ وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث باب کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوگا کہ اس عورت کا مرض اس درجہ کا نہیں جس میں سرمہ لگانا ضروری ہو، اس لیے آپؐ نے اکتحال کی اجازت نہ دی۔

جہاں تک دن کا تعلق ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک عذر کی صورت میں دن میں بھی سرمہ لگانے کی اجازت ہے جبکہ امام شافعیؒ دن میں باوجود عذر کے اجازت نہیں دیتے۔

امام شافعیؒ کا استدلال ام حکیم بنت اُسیدؓ کی روایت سے ہے جو وہ اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں:

أن زوجها توفي وكانت تشتكي — ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عينيها فتكتحل بالجلاء. قال أحمد الصواب بكحل الجلاء. فأرسلت مولاة لها إلى أم سلمة، فسألتها عن كحل الجلاء. فقالت: لا تكتحلي به، إلا من أمر لابد منه يشتد عليك تكتحلين بالليل وتمسحينه بالنهار. ثم قالت عند ذلك أم سلمة: دخل على رسول الله ﷺ حين توفي أبو سلمة وقد جعلت على عيني صبراً. فقال: "ما هذا؟ يا أم سلمة!" فقلت: "إنما هو صبرٌ يا رسول الله! ليس فيه طيب". قال: "إنه يشب الوجه، فلا تجعليه إلا بالليل وتنزعيه بالنهار". (ابوداود ۳۱۵۱)

آنکھیں خراب تھیں تو انہوں نے جلاء کا سرمہ لگایا اور اپنی خادمہ کو حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا اور دریافت کرایا وہ جلاء کا سرمہ لگا سکتی ہیں؟ حضرت ام سلمہؓ نے جواب دیا جب تک شدید ضرورت نہ ہو کوئی سرمہ نہ لگائیں اور اگر لگائیں (شدید ضرورت کے باعث) تو رات کو لگائیں اور دن کو پونچھ دیں۔ پھر حضرت ام سلمہؓ نے اس موقع پر فرمایا جب میرے خاوند ابوسلمہؓ کا انتقال ہو گیا تو اس دوران رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنی آنکھوں میں ایلوا لگایا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی حضرت یہ ایلوا ہے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو آپؐ نے فرمایا یہ چہرہ کو جوان بناتا ہے اس لیے ضرورت کے وقت رات کو لگا لیا کرو اور دن کو صاف کر دیا کرو۔

عذر کی حالت میں دن میں سرمہ وغیرہ لگانے کے جواز کا فتویٰ جو لوگ دیتے ہیں ان کی کوئی مضبوط دلیل تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔

KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصنف کی دیگر تصانیف

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ قدوسیہ رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

E-Mail: nomania2000@hotmail.com